دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

جون ۱۹۶۸ء

ماہنامہ البلاغ

کراچی

فی پرچہ ۵۶ پیسے ، سالانہ چھ روپے

ممالک غیر سے ، ایک پونڈ سالانہ

بذریعہ ہوائی ڈاک ۲ پونڈ

ڈاک کا پتہ

البلاغ دارالعلوم کراچی ۱۴

فون ۳۵۱۱۷

ہندوستان میں ترسیل زر کا پتہ

مولانا ظہور الحسن صاحب خانقاہ امدادیہ

تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(بھارت)

مدیر اعلیٰ

محمد تقی عثمانی

استاذ دارالعلوم کراچی

مدیر انتظامی

خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری

ناظم نشر و اشاعت دارالعلوم

کراچی

جلد ۲

شمارہ ۳

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب

ایلاف

جاہلیت میں عربوں کے معاشی و سفارتی تعلقات

کلیۂ ادبیات، جامعۂ استانبول

عرصہ ہوا سورۂ ایلاف کی تفسیر میں نے فرانسیسی میں شائع کی تھی، اب اس کا اردو ترجمہ جو میں نے ہی کیا ہے، کراچی کے موقر رسالہ "البلاغ" کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ اگر پسند آئے تو شائع فرما دیں ——— محمد حمید اللہ ۲۳ ذی الحجۃ ۱۴۰۶ھ

شہر مکہ کی تاسیس اور آغاز

اہل مکہ کی روایتیں کہتی ہیں کہ اس شہر کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوا، جو تقریباً اٹھارہ سو سال قبل مسیح پیدا ہوئے تھے، شخصی اسباب کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی ہاجرہؑ اور دودھ پیتے بچے اسماعیلؑ کو وادیٔ مکہ (قرآن سورہ ۳، آیت ۹۶) میں لا چھوڑا اور وہیں رفتہ رفتہ شہر مکہ آباد ہوا، یہ مقام اس وقت غیر آباد تو رہا ہو سکتا ہو لیکن قطعاً بے آب و گیاہ اور ناقابل رہائش بہر حال نہ تھا (سیرۃ ابن ہشام، طبع یورپ، صفحہ ۷۱-۷۲) غیر آباد ہونے کے باعث وہاں زراعت نہ ہوتی تھی (قرآن کریم سورہ ۱۴، آیت ۳۷: "وادٍ غیر ذی زرع") مگر حضرت ابراہیمؑ کو وہاں آبادی کے امکانات اور انسانی زندگی کے ضروری عناصر نظر آئے ہوں گے۔ جبھی تو انھوں نے مکہ کی قدیم ترین تحریری تاریخی دستاویز یعنی قرآن مجید سورہ ۱۴، آیت ۳۵ تا ۳۷، نیز سورہ ۲، آیت ۱۲۶ کے مطابق) دعا فرمائی۔

"اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب، اس مقام کو پرامن بنا، اور مجھے اور میرے بچوں کو بت پرستی سے بچا . . . اے میرے رب میں نے اپنی نسل کے ایک حصے کو ایک زراعت سے خالی وادی میں لا بسایا ہے جو تیرے حرام بنائے ہوئے گھر کے پاس ہے، تاکہ اے ہمارے رب وہ نماز قائم کریں پس ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں اور انھیں میووں کا رزق عطا فرما، شاید وہ شکر ادا کیا کریں گے"؟

عربی ماخذوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس وادیٔ مکہ کے آس پاس کے علاقے میں عرب باشندے خانہ بدوش ہی سہی، رہتے تھے ان کا تعلق بڑے اور طاقتور قبیلہ عمالقہ سے تھا (جیسا کہ ابن ہشام صفحہ ۳۹ نے ابن الزبعریٰ کی بیت کو نقل کرتے ہوئے بتایا ہے، نیز دیکھو سہیلی کی الروض الانف جلد اول صفحہ ۵۱) یہ وہی عمالقہ ہیں جن کی ایک شاخ حضرت موسیٰؑ کے مصر سے خروج سے قبل فلسطین میں بس چکی تھی، یہودیوں نے ان کو وہاں سے نکال کر خود بسنا چاہا، عمالقہ نے حفاظت ذاتی میں مقاومت کی۔[۱]

---

[۱] عمالقہ اور بنی اسرائیل کی جنگ کی یہ توجیہ قرآن کریم . . . کے مجوزہ اسلوب بیان کے پیش نظر بہت قابل غور ہے اگر خود ڈاکٹر صاحب موصوف یا کوئی اور صاحب علم ایک تحقیقی مقالے کے ذریعے اس بات کی مکمل وضاحت فرمائیں تو ادارہ البلاغ ممنون ہوگا ——— مدیر

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے یہودیوں نے ان بیچاروں کو بائبل میں جنتی کوسا اور بدنام کیا ہے اور ان کو اور انکی عورت، بچوں اور شیر خواروں ہی کو نہیں جانوروں تک کو جس بے دردی سے نیست و نابود کرنے کا حکم دیا ہے (دیکھو توریت کی کتاب تثنیہ جو حضرت موسیٰؑ کے کئی سو سال بعد کی تالیف ہے، باب ۲۰ جملہ ۱۶ ، نیز اشموئیل اول ۱۵/۳) وہ انسانی تاریخ کا سب سے شرمناک واقعہ کہا جا سکتا ہے، لیکن اس سے ہمیں یہاں بحث نہیں۔

مذکورہ عربی ماخذوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی عرب کے قبائل میں سے ایک یعنی جرہم کے کچھ لوگ وادیٔ مکہ میں سے گزرے اور وہاں پینے کا پانی افراط سے چشمے کی صورت میں دیکھا —— جواب زمزم کا کنواں بن گیا ہے —— نیز ایک جنگل موجود پایا (ابن ہشام صفحہ ۷۱ - ۷۲)، اور ممکن ہے جانوروں کے لئے چراگاہ بھی پائی ہو، اس پر وہ وہیں ٹھیر گیا۔ اگر حضرت ہاجرہ کو اپنی تنہائی میں اس قبیلے کی آمد غنیمت معلوم ہوئی تو جرہمیوں کو بھی چشمے کی مالک حضرت ہاجرہ نے وہاں بسنے کی اجازت دی تو شکر گذاری محسوس ہوئی، چنانچہ انھوں نے بی بی اور ان کے ننھے بچے کو اپنی حفاظت اور مہمان نوازی میں لے لیا، جرہمیوں کے دوسرے رشتہ دار خاندان بھی رفتہ رفتہ وہاں آکر بسے۔ اور بستی وفاقی دستور کا ایک شہر یا ایک شہری مملکت بن گئی۔ اس لامرکزیت کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کنبوں میں اس بات پر اتفاق نہ ہو سکا کہ شہری زندگی سب لوگ ایک ہی ادارے کے تحت گزاریں۔ ابن ہشام (حوالۂ بالا) کے مطابق جُرہُم قبیلہ اپنے سردار مُضاض بن عَمرو کے ساتھ مَعلات (بالائی رقبے) میں بسا اور ان کا رشتہ دار قبیلہ قطورار، جس کا سردار سُمیداع تھا مَسفَلہ (زیریں رقبے) میں قیام پذیر ہوا۔ جو کوئی شمالی راستے سے شہر میں آتا تو اس سے مُضاض عُشر (چنگی) وصول کرتا اور جو جنوبی راستے سے آتا وہ عُشر سُمیدع کو ادا کرتا، کچھ عرصہ بعد ان دونوں قبیلوں میں برادرکشی اور جنگ کا بھی پتہ چلتا ہے جس پر کسی کو حیرت نہ ہونی چاہئے۔

مگر اتنے قدیم عہد میں اس شہری مملکت کے "سفارتی" تعلقات کے سلسلے میں معلومات اور تفصیلوں کی تلاش بے سود ہوگی۔

جو بھی ہو، کہتے ہیں چند سال بعد حضرت ابراہیمؑ وہاں دوبارہ آئے، تاکہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو جواب ایک نوجوان لڑکا تھا، دیکھیں۔ قرآن مجید (سورہ ۲، آیت ۱۲۷ و مابعد) کی شہادت کے مطابق حضرت اسماعیلؑ کی مدد سے حضرت ابراہیمؑ نے وہاں ایک عبادت گاہ تعمیر کی۔ یہ ایک سادہ کعب کوٹھری تھی، جواب کعبے کے نام سے مشہور ہے اسے آپ نے "بیت اللہ" کا نام دے کر خدائے واحد کی عبادت سے مخصوص کیا، قرآن مجید (سورہ ۳، آیت ۹۶) نے اسے "اوّل بیت وُضِعَ للناس" (پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا) قرار دیا ہے، اور یہ بیت المقدس سے کہیں قدیم تر ہے (جسے حضرت سلیمانؑ نے بنایا) حضرت ابراہیمؑ نے کعبے کے سلسلے میں حج کا بھی حکم دیا کہ لوگ ہر سال عبادت کے لئے اس کی زیارت کو آئیں۔ آس پاس کے لوگ بھی وہاں کشاں کشاں آنے لگے (کوئی عبادت کیلئے تو کوئی تجارت کے لئے) اور اس طرح شہر کی اہمیت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔

اس کا سلسلہ صدیوں جاری رہا، اس اثنا میں بڑے بھی وہاں آکر ادب سے سر جھکاتے رہے چھوٹے بھی۔ اگر وہاں عرب کے مختلف علاقوں کے "بادشاہ" نظر آتے ہیں تو اجنبی بھی ملتے ہیں، عرب مورخوں (شرح بخاری للعینی ج ۷، ص ۳۶۵ ، نیز اخبار مکہ للازرقی، وکتاب التیجان لابن ہشام، برموقع) کو یقین ہے ان اجنبی زائروں میں افریز بادشاہ ذوالقرنین (یعنی دو سینگوں والا) بھی شامل ہیں اگر اس سے مراد سکندر اعظم ہے تو یونانی تاریخوں میں ملتا ہے، اگرچہ اس کا مصر سے ہندوستان جاتے ہوئے

گرو رنا ناممکن نہیں، خاص کر اس بت پرست اور اوہام پسند بادشاہ کے لئے مکے کی عبادت گاہ اتنی مشہور تھی کہ پرانی یونانی جغرافیہ نگار بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً بطلیموس (جغرافیہ کتاب ۴، باب ۷، فصل ۳۲) اس کو مقربہ (MACORABA) کے نام سے یاد کرتا ہے۔ خوری رحتی (کی انگریزی ہسٹری آف دی عربس، طبع ۱۹۵۱ء ص ۱۰۳ میں) لکھا ہے، سبائی زبان میں اس لفظ کے معنے عبادت گاہ کے ہیں (غالباً اس لفظ کو عربی لفظ مَقرُب سے ربط ہے جو قرب اور قربان گاہ کے معنے رکھتا ہے یعنی بھینٹ چڑھانے کی جگہ: کعبے کے پاس ایسا ہوا بھی کرتا تھا) اس سے اس روایت کی توثیق ہوتی ہے کہ یمنی قبیلہ جُرہُم نے حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے زمانہ میں مکہ آباد کیا تھا، جہاں تک ذو القرنین کا تعلق ہے مقدونیہ والا سکندر اعظم ایک مینڈھے کی پوجا کیا کرتا تھا اور اس کی سینگیں بطور علامت کے ٹوپی پر لگا کر پہنتا تھا، یہ رواج مقدونیہ (یوگوسلاویہ) میں اب تک رہا ہے اور وہاں کے حکمران عیسائیت کے باوجود دو سینگوں والے ٹوپی درباری مراسم کے وقت پہنتے رہے ہیں، عربوں نے سکندر اعظم اور اس کے ساتھیوں کو اس لباس میں دیکھا تو ذو القرنین سے بہتر نام اسے اور کیا دیا جا سکتا ہے! مصر میں سکندر اعظم کے جو کتبے ہیں ان سے اس لباس اور اس کے مفہوم کی پوری توثیق ہوتی ہے۔ عبد المطلب کے زمانہ میں کعبے کی آرائش جن قدیم اور قیمتی چڑھاووں سے کی جاتی تھی ان میں دو سینگوں والے سنہری کبش (مینڈھے) کے سر کا بھی ذکر آتا ہے (اخبار مکہ للازرقی، ص ۱۱۱، سنن ابی داؤد، ۱۱/۹۵)

معلوم نہیں ایرانی بادشاہ ساسان کبھی شخصاً مکہ آیا تھا یا نہیں، مگر سہیلی (الروض الانف ۱/۹۷) نے لکھا ہے کہ جب خزاعہ قبیلے نے حملہ آوری کر کے جُرہم کو مکہ سے نکال باہر کیا تو جرہمیوں نے کعبے کے چڑھاووں کا خزانہ زمزم کے کنویں میں ڈال کر اسے پاٹ دیا تھا، عبد المطلب نے جب زمزم کا خواب میں نشان پا کر اس کو دوبارہ کھودا تو اندر سے خزانہ بھی برآمد ہوا، اس میں دو سنہری ہرنیں اور چند "قلعی" تلواریں بھی تھیں جو ایرانیوں کے بادشاہ ساسان نے کعبہ کو تحفہ دی تھیں بعض روایتوں میں یہ بادشاہ شاہپور کی فرستادہ چیزیں ہیں

مختلف خانوادے

جرہمیوں کے علاوہ جن کا اوپر ذکر آیا مورخوں کا بیان ہے کہ مکے پر قبیلۂ ایاد نے بھی حکمرانی کی ہے (انساب الاشراف للبلاذری جلد اول، ص ۵۱) پھر انھوں نے خزاعہ قبیلے کے لئے اپنی جگہ خالی کی۔ اس عہد کے متعلق زیادہ حالات معلوم نہیں، لیکن جب حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے قُصَیؒ نے خزاعی سردار کی بیٹی سے نکاح کیا تو یہ ایک تاریخی زمانے سے تعلق رکھتا ہے جس کا ٹھیک عصر بھی معین کیا جا سکتا ہے۔ خسر کے انتقال پر قُصَی نے وہاں سرداری حاصل کر لی۔ قُصَی کی ماں شمالی عرب کے قبیلۂ قضاعہ سے تعلق رکھتی تھی، ابن حبیب (کتاب المنمق، طبع حیدرآباد دکن، ص ۲۷۶) کا بیان ہے اس تبدیلِ حکومت کے زمانے میں قضاعہ اور ان کے حلیف اسد کے قبیلوں نے مسلح فوج بھیج کر قصی کی حمایت کی تھی۔ ابن حبیب کے شاگرد ابن قُتیبہ (کتاب المعارف، طبع یورپ، ص ۳۱۳) کے مطابق تو قیصر روم (بیزنطینی حکمران) نے قصی کی مدد کی تھی۔ اس زمانے میں پہلا تھیودوسس (۳۷۹ء تا ۳۹۵ء) بادشاہ تھا۔ اس زمانہ میں رومی سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور قسطنطنیہ کے مشرقی رومیوں (بیزنطینیوں) نے روما کے مغربی رومیوں سے خود مختاری اختیار کر لی تھی، ممکن ہے قصی کی مدد سے تھیوڈوس کا منشا اپنے اقتدار کو مضبوط تر بلکہ وسیع تر کرنا بھی ہو۔

جو بھی ہوا ہو، قصی نے بلدی زندگی کی نئی تنظیم کی اور مکے کی شہری مملکت میں متعدد ادارے کارفرمائی کرنے لگے جن میں سے بعض صراحت کے ساتھ قصی کی ایجاد ہونا بتائے گئے ہیں۔ (مثلاً باشندوں پر رِفادہ کے نام سے ایک سالانہ ٹیکس ...

مکے کی حکومت ہر دیگر ملک کی طرح مکے کی شہری مملکت بھی خود مختار تھی اور اندرونی اور بیرونی ہر امر میں اقتدار اعلیٰ سے بہرہ ور تھی۔ چنانچہ وہ اجنبیوں سے معاہدے کر سکتی اور کسی اور اجنبی اقتدار کی ماتحتی کے بغیر ان سے امن یا جنگ کے تعلقات رکھ سکتی تھی۔

ہم یہاں صرف سفارتی اور اجنبی تعلقات سے بحث پر اکتفا کریں گے۔ اس سلسلے میں وہاں ایک موروثی عہدہ دار (وزیر) "سفیر و منافر" کے نام سے پایا جاتا تھا۔ اس کا پتہ نہیں چلتا تھا کہ کس تاریخ سے اس ادارے کا آغاز ہوا، لیکن زمانۂ ماقبل اسلام کے متعلق پرانے مورخوں نے بعض معلومات محفوظ رکھی ہیں۔ چنانچہ ابن عبدربہ (فوت ۳۲۸ھ / ۹۴۰ء) نے العقد الفرید (طبع بولاق ۱۲۹۳ھ، جلد دوم ص ۴۷) میں اور المقریزی (ف ۸۴۵ھ / ۱۴۴۲ء) نے الخبر عن البشر (مخطوطۂ مصر جلد چہارم، ص ۸۸ تا ۹۰) میں ـــ اور ان میں سے اول الذکر نے ابن الکلبی کے حوالے سے ـــ بیان کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مکے میں اعیانی حکومت تھی جس میں دس موروثی سرداروں کی مجلس کارفرمائی کرتی تھی، "وزیر خارجہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ مورخ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی جنگ چھڑتی تو (حضرت) عمر بن الخطاب کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا، اگر کسی اور قبیلہ سے فضیلت اور برتری منانے کے لئے منافرت کی ضرورت پیش آتی تو اس کے لئے بھی قریش عمر بن الخطاب کو اپنا منافر بنا کر بھیجتے اور یہ نمائندہ جو بھی کہتا قریش اسے قبول کر لیتے"۔

سارے مؤلف اس پر متفق ہیں کہ اس مجلس حکومت میں دس افسر ہوا کرتے، یہ کہ اسلام کی آمد تک اس کا سلسلہ جاری رہا اور یہ کہ سفیر و منافر کے عہدے پر اسلام سے عین ماقبل حضرت عمر مامور تھے۔

الازرقی نے اپنی مشہور تاریخ (اخبار مکہ، طبع یوروپ ص ۱۰۷) میں بیرونی تعلقات کے متعلق ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ خانۂ کعبہ میں آگ لگی جس سے دیواریں کمزور ہوگئیں، پھر جب ایک موسلا دھار بارش ہوئی تو دیواریں گر پڑیں اور دوبارہ تعمیر کی ضرورت پیش آئی، اس طوفان سے سمندر بھی محفوظ نہ رہا اور ایک رومی (بیزنطینی) جہاز جو سامان لے کر (مصر سے) یمن جا رہا تھا، شُعیبہ (موجودہ جدہ) کے سامنے خشکی پر چڑھ گیا، خبر ملی تو مکے والے وہاں گئے اور جہاز کا جو سامان بچ سکا تھا خاص کر لکڑی کے تختے خرید لئے اور جہاز والوں کو اجازت دی کہ مکہ آئیں اور بچا کھچا سامان وہاں بیچیں اور انہیں عُشر (محصول درآمد) بھی معاف کر دیا، ورنہ عادت یہ تھی کہ رومی تاجر مکہ آتے تو ان سے وہاں عُشر (دس فیصد چنگی) وصول کیا جاتا جس طرح کہ رومی اپنے علاقہ میں مکی تاجروں سے وصول کرتے تھے۔ یہ ۶۰۵ء کا واقعہ ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی تھی اور اس میں شبہہ نہیں کہ: مکی قانون بین الممالک کا خاصا قدیم قاعدہ تھا۔

یہاں ایک اور واقعے کا ذکر کیا جا سکتا ہے جسے کسی قدر اہمیت حاصل ہے، وہ یہ کہ قدیم زمانہ میں مکہ مشرق و مغرب کی بین الممالک تجارت کی شاہراہ پر واقع تھا۔ یمن بلکہ خود ہندوستان کی پیداوار شام اور قسطنطنیہ جانے کے لئے مکے سے گذرتی تھی۔ اس عبور و مرور کے لئے ہر مقام (بشمول مکہ) کے لوگوں کی اجازت ناگزیر تھی۔ اسی طرح عرب بھی (بشمول اہل مکہ) تجارت کے لئے بیرونی ممالک کا سفر کیا کرتے تھے، اور سر برآوردہ لوگ جہاں بھی جاتے وہاں کے اعلیٰ افسروں سے ضرور ملتے تھے۔ خاص کر شاعر بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوتے اور مدح و ستائش کے قصیدے گاتے۔ ابن عبدربہ وغیرہ کی کتابوں میں "وفادات" پر مستقل باب ہی ہیں کہ کس طرح مختلف عرب افراد بیرونی حکمرانوں کے ہاں باریاب ہوتے رہے۔ اس سلسلے میں مکہ کے سر برآوردہ لوگ حبش کے نجاشی، فارس کے کسریٰ، مصر کے گورنر، یمن، غسان (شام) اور حیرہ (عراق) کے بادشاہوں وغیرہ کے ہاں حاضر ہوتے نظر آتے ہیں۔

اس طرح کی ایک سفارت قبل اسلام کی عربی تاریخ میں

بڑی مشہور ہے۔ اسے ایلاف کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر کثیر مواد کے باوجود، مشرق میں ہو کہ مغرب میں، کسی نے اب تک توجہ نہیں کی یہاں اسی کا کچھ ذکر مطلوب ہے

ایلاف

سب سے پہلے یہ یاد دلانا ہے کہ قرآن مجید میں ایک چھوٹا لیکن پورے کا پورا سورہ اس موضوع پر ہے جسے کبھی سورۂ قریش اور کبھی سورۂ ایلاف کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

رحمان اور رحیم اللہ کے نام سے!

۱۔ قریش کے "ایلاف" کے باعث،

۲۔ ان کے "ایلاف" کے باعث سرما اور گرما کا کارواں چلتا ہے۔

۳۔ پس چاہئے کہ وہ اس گھر (کعبہ) کے آقا کی عبادت کریں۔

۴۔ جس نے بھوک پر انھیں کھانا کھلایا۔

۵۔ اور خوف پر انھیں امن مہیا کیا ہے۔

(سورہ ۱۰۶، آیات ۱ تا ۵)

سورے میں مذکورہ راہں "ایلاف" سے کیا مراد ہے؟ اولاً ایک پرانے واقف کار مورخ ابن حبیب (وفات ۲۴۵ھ) کی طرف رجوع کریں، وہ اپنی کتاب المحبّر، ص ۱۶۲ میں) بیان کرتا ہے کہ "الإیلاف العھود" (یعنی ایلاف کے معنی معاہدوں کے ہیں)، سہیلی نے (اپنی سیرت نبوی الروض الانف ۱/۲۸ میں) اس کی تائید کی ہے، اور مختلف شواہد سے استناد کیا ہے۔

لغت نویسوں کو بھی اس سے انکار نہیں۔ ایلاف کا مادہ "الف" الفت اور دوستی کے معنے رکھتا ہے اور اس کا فعل متعدی یعنی ایلاف دوستی کرانے، اور الفت پیدا کرنے کے معنے رکھ سکتا ہے لسان العرب اور تاج العروس جیسی بڑی اور مستند لغتوں میں وہ الف کے تحت مزید برآں یہ بھی صراحت ہے کہ "قرآن مجید میں آئے ہوئے لفظ ایلاف کے معنے معاہدوں اور سمجھوتوں کے ہیں" لیکن بطور اسم علم کے ایلاف کا اطلاق ان معاہدوں ہوتا ہے جو چند سربرآوردہ اہل مکہ نے ہمسایہ حکمرانوں سے طے کیا تھا (جن کی تفصیل نیچے آتی ہے) ایلاف کے اس مفہوم کی مزید توثیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ان ایلاف نامی معاہدوں کو بعض مورخوں نے عِصَم اور عہود کے نام سے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ ان الفاظ کے بھی معنے ہیں معاہدے، یا اطمینان دہانیاں۔

ان معاہدوں کا قصہ

تاریخ یعقوبی (۱/۲۸۰ تا ۲۸۲) میں لکھا ہے: اہل مکہ مصیبت زدہ تھے اور ان کے تاجروں کا کاروبار حدود شہر سے باہر نہ جاتا تھا ایک سال قحط پڑ کر حالت ابتر ہوگئی تو ہاشم (آنحضرتؐ کے پردادا) نے تجارت کے لئے شام کا سفر کیا، کارواں کے سردار کے اچھے طرز عمل کی اطلاع قیصر روم تک پہنچی، وہ فیاض، مہمان نواز، اور دیگر اچھے اخلاق کا حامل ہے۔ اپنے استعجاب کی تشفی کے لئے قیصر نے ہاشم کو حضور میں طلب کیا اور گفتگو کے بعد اسے اجازت دی کہ تجارتی کارواں شام لایا کرے اور وہاں اپنے ملک کی پیداوار بیچے، مثلاً حجاز کے چمڑے اور (یمن کے؟) کپڑے، سفر واپسی میں ہاشم نے شام سے مکے تک راستے میں پڑنے والے قبیلوں سے (عبور و مرور کی سلامتی) کے معاہدے کئے ——— یعقوبی نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ ہاشم نے ایک مماثل معاہدہ حبش کے نجاشی سے بھی کیا، پھر ہاشم کی وفات پر (اس کے بھائی) عبد شمس نے حبش کا سفر کیا کہ اس اجازت نامے کی تجدید کرالے۔

ایک اور مورخ ابن حبیب نے اپنی کتاب المنمّق (ص ۱۳ تا ۴۴) باب "حدیث الایلاف") میں اس کی مزید تفصیلیں دی ہیں۔ اور الکلبی کے حوالے سے ہاشم اور قیصر کی گفتگو نقل کی ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ ہاشم نے قیصر سے کہا کہ اگر حجازی پیداوار وہ خود لاکر بیچے تو (درمیانی واسطے نہ ہونے کی وجہ سے) وہ سستی پڑے گی" (فهو أرخص عليكم) قیصر کی اجازت ملنے پر ہاشم مکہ واپس آیا ایک بڑا تجارتی کاروان تیار کیا اور شام لے گیا۔ ابن حبیب لکھتا ہے کہ اس دوسرے سفر کی اثنا میں ہاشم نے شہر غزہ میں (جو عرب کے انتہائی شمال میں علاقہ فلسطین میں بحر متوسط پر واقع ہے)

وفات پائی اور اسے وہیں دفن بھی کر دیا گیا ! یہ کہ ایک مماثل مقصد کے لئے ہاشم کے بھائی المطّلب نے یمن کا سفر کیا اور رُدمان (یمن) میں وفات پائی : تیسرا بھائی نَوفَل کارواں لیکر عراق گیا کیونکہ کسریٰ ایران نے اسے اس کی اجازت دی تھی۔ نوفل کی وفات سَلمان (عراق) میں ہوئی ! صرف چوتھا بھائی عبدشمس حبش کے کاروان سفروں کے باوجود اپنے گھر میں فوت ہوا اور مکے میں دفن کیا گیا، شاعر مَطرود الخزاعی نے اس کا ذکر اپنے مرثیے میں یوں کہا ہے (ترجمہ از عربی) :

ایک قبر سلمان میں، ایک قبر
رُدمان میں اور ایک قبر غزّات (غزّہ) میں۔
اور ایک جس کی وفات
حجون کے قریب ثَنیات کے مشرق میں ہوئی۔

طبقات ابن سعد (طبع یوروپ جلد اول، حصہ اول ص ۴۳ تا ۴۶) میں کئی ماخذوں کی مدد سے تفصیل دی گئی ہے، چنانچہ الکلبی کے مطابق سب سے بڑے بھائی المطّلب نے نجاشیٔ حبش سے، ہاشم نے شام کے ہرقل سے —— (گویا ہرقل رومی شہنشاہوں کا لقب ہو) — نوفل نے کسریٰ عراق سے اجازت حاصل کی کہ ان کے علاقوں میں تجارتی کارواں لایا کریں۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق سردیوں میں کارواں یمن جاتے اور گرمیوں میں غزّہ بلکہ انقرہ تک چلے جاتے۔ آگے چلکر ابن سعد نے لکھا ہے کہ قیصر نے نہ صرف ہاشم کو رومی علاقے میں کارواں لانے کی اجازت دی، بلکہ ایک سفارشی خط نجاشی کے نام بھی دیا جس میں حبش کے بادشاہ سے سفارش کی تھی کہ وہ بھی مکی تاجروں کو مماثل اجازت دے، ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہاشم نے راستے پر پڑنے والے قبیلوں سے بھی معاہدے کئے جن میں یہ قرارداد تھی کہ ان قبیلوں کا سامان قریش رومی منڈیوں تک خود مفت لیجائیں گے اور جو قیمت وصول ہو وہ کمیشن لئے بغیر ان کو ادا کر دیں گے (معاوضہ میں قبیلہ کارواں کی سلامتی کا ذمہ دار ہوگا) ابن سعد نے مزید برآں یہ بھی صراحت کی ہے

کہ قیصر سے اجازت ملنے کے بعد ہاشم جب مکرر (آخری مرتبہ) شام کے سفر پر روانہ ہوا تو اثنا ر راہ میں مدینے سے گزرتے وقت وہاں ایک نوجوان بیوہ سے نکاح کیا پھر آگے روانہ ہوکر یکایک غزّہ میں وفات پائی۔ چند ماہ بعد سوگوار بیوی کو عبدالمطلب نامی لڑکا پیدا ہوا (یعنی آنحضرت ؐ کا دادا)

تاریخ طبری (طبع یوروپ سلسلہ اول صفحہ ۱۰۸۹) میں لکھا ہے کہ یہ معاہدہ شام کے رومی اور غسانی افسروں سے طے ہوا تھا، یہ کہ ہاشم کے بھائی عبدشمس نے حبش کا سفر کیا کہ نجاشی سے مماثل معاہدہ کرے، یہ کہ ایک اور بھائی نوفل کسریٰ ایران سے ملنے عراق گیا تاکہ عراق اور ایرانی سرزمین میں آنے کی مماثل اجازت حاصل کرے، اور یہ کہ ایک اور بھائی المطلب نے یمن کا سفر کیا تاکہ وہاں کے حِمیَری بادشاہ سے بھی اسی طرح کا اجازت نامہ حاصل کرے۔

ابن حبیب کی کتاب المنمّق (ص ۲۶۲ تا ۲۶۴) میں اسی موضوع پر ایک دوسرا باب بھی جس کا عنوان ہے "حدیث الایلاف" اس میں الکلبی کی روایت نقل ہوئی ہے کہ ابتداءً قریش کی یہ عادت تھی کہ ہر سال دو مرتبہ کاروانی سفر کریں : سردیوں میں یمن کا گرمیوں میں شام کا۔ رفتہ رفتہ یہ ان کے لئے دوبھر ہوگیا —— (اس لئے کہ وہ مالدار اور آرام طلب ہو گئے تھے ؟ یا اس لئے کہ اصل کاربرداز تاجر بوڑھے ہو گئے تھے ؟) —— اس پر تبالہ اور جُرَش نیز یمن کے بعض دیگر ساحلی رقبوں کے باشندے سامان پہنچانے کا کام خود انجام دینے لگے۔ بری تاجر (جنوبی مشرقی مضافات مکہ یعنی) المحقب تک سامان پہنچاتے، اور بحری تاجر بندرگاہ جدّہ تک۔ اس طرح اہل مکہ کو خود سفر کی حاجت نہ رہی، مگر ایک مرتبہ ایسا قحط پڑا جو مسلسل کئی سال تک جاری رہا اور اہل مکہ کے سارے سرمائے خرچ ہو گئے، اس وقت ہاشم نے شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ وہاں اس نے بڑی مقدار میں روٹیاں خریدیں اور انھیں مکہ لاکر چور چور کیا (کہ خشک ہو گئی تھیں) اور انھیں ایک گرم شوربے میں ڈال کر اہل مکہ کو

ضیافت کی، اسی سبب سے اسے ہاشم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا (جس کے معنے ہیں "چور چور کرنے والا") ورنہ اس کا نام اصل میں عمرو تھا۔

نظام الدین القمی نے اپنی تفسیر میں سورۂ ایلاف کی بحث میں ان معلومات کا اضافہ کیا ہے کہ مذکورۂ بالا بحری تاجر حبشی تھے، یہ کہ مکے والے جدے تک اپنے گدھے لیجاتے تاکہ کشتیوں سے اتارا ہوا مال مکے تک لائیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حبشی تاجروں نے بعد میں اپنا حلقۂ عمل وسیع تر کرلیا اور اپنا درآمد کردہ مال خود ہی مکے تک پہنچانا شروع کیا۔ اس سلسلے میں ایک چھوٹے واقعے کا بلاذری (انساب الاشراف، مخطوطہ، استانبول ۲/۵۲۴) اور ابن عبدربہ (العقد الفرید ۲/۷۴) نے ذکر کیا ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ قحط سالی کے زمانے میں حبشی تاجر سامان مکہ لائے مگر وہاں چند نوجوانوں نے اسے فوراً لوٹ لیا، اہل مکہ (قریش) ڈرے کہ کہیں اس کے برے نتائج میں حبشی سامان کی درآمد ہی بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے نجاشی کے ہاں ایک سفارت بھیجی اور چند آدمی بطور یرغمال بھی اس کے سپرد کئے، تاکہ اسے اپنی حسن نیت کا یقین دلائیں۔ نجاشی ابویکسوم[1] نے ان یرغمالوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔

ابن ہشام (سیرۃ رسول اللہ، طبع یوروپ، صفحہ ۳۶ تا ۳۸، ۸۷ تا ۸۹، اور ۱۱۳ تا ۱۱۴) کے ہاں کوئی خاص نئی چیز نہیں

---

[1] اس زمانہ میں یکسومی خانوادے کی حبش میں حکومت تھی معلوم نہیں اسی کی طرف اشارہ ہے، یا واقعی اس نجاشی کے بیٹے کا نام بھی یکسوم تھا، یمن کے سد مارب پر ابرہہ کا جو کتبہ ہے اس میں ابرہہ کے ایک بیٹے کا نام یکسوم ہی لکھا ہے۔ اور اس ابرہہ کو بھی عرب مورخ ابویکسوم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آیا نجاشی یعنی حبش کے بادشاہ کا بھی یہی نام تھا، یہ معلوم نہیں۔

وہ مذکورہ قصے کا خلاصہ بیان کرتا اور چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے، اس کتاب کے شارح سہیلی (الروض الانف ۱/۸۴، ۹۴ تا ۹۷، ۱۱۷) نے کوئی نئے معلومات نہیں دئے ہیں، البتہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس مولف کے ہاں (ص ۴۸ پر) جن حکمرانوں نے کارواں لانے کی اجازت دی تھی ان میں مصر کے بادشاہ کا ذکر ہے، یمن کے حکمران کا نام نہیں ممکن ہے سہو قلم ہو۔

البلاذری (انساب الاشراف، طبع مصر ۱/۵۹) میں مختصر ذکر ہے اور لکھا ہے کہ ہاشم نے شام وغیرہ کے حکمرانوں سے "عِصَم" یعنی حفاظت کی اطمینان دہانیاں حاصل کیں۔

آخر میں مسعودی (مروج الذہب، طبع یوروپ ۳/۱۲۱ تا ۱۲۲) قابل ذکر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ "قریش نے بادشاہوں سے ایلاف حاصل کیا اور یہ کہ اس لفظ کے معنے ہیں امن" پھر اس مؤلف نے تائید میں مطرود الخزاعی کی بیتیں نقل کی ہیں جن میں ان مذکورہ معاہدوں کو لفظ "عہد" سے موسوم کیا گیا ہے۔

ان واقعات کی توقیت اور حکمرانوں کا تعین

جیسا کہ نظر آئیگا سارے ہی مؤلف اس پر متفق ہیں کہ یہ معاشی و سفارتی کارنامہ ہاشم نے انجام دیا تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہیں، ہمارے ماخذوں میں واقعے کی تاریخ بیان نہیں ہوئی ہے لیکن اس کا تعین کرنا دشوار نہیں معلوم ہوتا۔

ابن ہشام (صفحہ ۱۰۸) کے مطابق رسول کریمؐ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے وقت آنحضرتؐ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ انساب بلاذری (۱/۸۴) وہ ساری روایتیں جمع کی گئی ہیں جن میں عبدالمطلب کی عمر کا ذکر ہے، وفات ۸۲ یا ۸۸ یا ۱۱۰ سال کی عمر میں ہوئی۔ بلاذری (حوالۂ بالا) ابن حبیب (کتاب المحبّر ص ۱۷۴) نیز دیگر بعض مؤلفوں نے تو عبدالمطلب کی وفات ۱۴۰ سال کی

عمر میں قرار دی ہے ان سب کا اوسط یعنی ۱۱۰ سال قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اور عام طور پر مورخ یہی عمر بیان کرتے ہیں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مورخوں (انساب البلاذری ۱/۸۴ اور محبر لابن حبیب، ص ۲۹۷) کے مطابق سن رسیدگی کے باعث عبد المطلب کی بصارت بالکلیہ زائل ہوگئی تھی۔

چونکہ رسول اکرم کی ولادت ۵۶۹ء میں ہوئی اور جب آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی تو عبد المطلب نے وفات پائی ۵۷۸ء میں اور ولادت اس سے ۱۱۰ سال قبل ۴۶۸ء میں ہونی چاہیے۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ عبد المطلب کی ولادت مذکورہ بالا معاہدات کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ہوئی۔ اس طرح ایلاف کا زمانہ کم و بیش ۴۶۵ء کا سمجھا جاسکتا ہے۔

اس زمانہ میں کون کہاں کا بادشاہ تھا؟

رومی | قسطنطنیہ کا بیزنطینی (رومی) حکمراں اس زمانے میں لیون اعظم (پہلا لیون) تھا جس نے ۴۵۷ء تا ۴۷۴ء حکومت کی۔ اس کے زمانہ میں افریقہ میں شدید جنگیں ہوئیں اس کے عہد میں ایران سے تعلقات پرامن تھے اس لئے ہر قسم کی معاشی سرگرمی کا موقع ملا ہوگا۔ سلطنت روما کے جب دو ٹکڑے ہوئے تو مصر بیزنطینیوں کے قبضے میں رہا اور کہتے ہیں کہ انھوں نے تجارتی حمل و نقل کو خشکی کے کاروانوں کی جگہ سمندری جہازوں کے ذریعے سے انجام دینا شروع کیا افریقہ میں جنگ چھڑی تو لازماً سارے بحری وسائل فوج اور ہتھیار روانہ کرنے میں لگا دیئے گئے ہوں گے، ان حالات میں یمن، ہندوستان اور باقی مشرقی ممالک سے جن چیزوں کی درآمد ہوا کرتی تھی اس کے لئے یہ قابل فہم اور معقول چیز ہے کہ ان خشکی کے کاروانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے جو مکہ سے گزرا کرتے تھے۔

ایرانی | ۴۶۵ء کی تاریخ پر ایران میں خسرو پرویز تخت پر نظر آتا ہے۔ نولڈیکے اور کرسٹنسن کے مطابق یہ ۵۹۰ء

تا ۶۲۸ء حکمران رہا مگر اس میں سہو معلوم ہوتی ہے۔ ابن حبیب (کتاب المحبر، ص ۳۶۱ و مابعد) کا بیان زیادہ قرین قیاس ہے کہ پرویز نے ۵۹۰ء سے ۶۲۸ء تک حکومت کی مندرجہ ذیل واقعے سے معلوم ہوسکے گا کہ اس بادشاہ کو بیرونی کاروانوں اور درآمدوں کی کیوں ضرورت پیش آئی

> "اس کی حکومت کے زمانہ میں ایک قحط پڑا لیکن بادشاہ نے اس سے اچھی طرح نمٹ لیا۔ جو کچھ خزانہ شاہی میں تھا وہ اس نے بانٹ دیا اور محصول (ٹیکس) کی وصولی بند کردی۔ اور جتنا ہوسکتا تھا نظم و نسق کو بہتر بنا دیا۔ صرف ایک شخص کو مستثنیٰ کردیں تو کوئی آدمی اس زمانے میں قحط کی وجہ سے نہ مرا..... دیگر راویوں کے مطابق یہ قحط مسلسل سات سال تک جاری رہا، نہروں اور چشموں کا پانی سوکھ گیا، درخت اور جنگل خشک ہوگئے۔ زراعت اور نباتات عام طور پر مرگئے، چاہے میدانوں میں ہوں کہ پہاڑوں پر، پرندے اور جنگلی جانور بھوک سے ہلاک ہوگئے، گھریلو جانور قحط زدگی سے اتنے کمزور ہوگئے کہ حمل و نقل کے لئے ان پر کوئی چیز لادی نہیں جاسکتی تھی۔ دریائے دجلہ میں پانی اتر گیا اور غذا کی کمی مایحتاج کی قلت اور ہر قسم کی مشکلوں کے باعث لوگ عام طور پر قحط کا شکار ہوگئے۔ اس پر بادشاہ (پرویز) نے رعایا کے نام فرمان صادر کیا اور انھیں اطلاع دی کہ انھیں محصول مالگزاری جزیہ محصول جنگی) اور نائبہ (دیگر عارضی محصولوں) اور بیگاری سے معاف کیا جاتا ہے، یہ کہ اب وہ اپنے مالک آپ ہیں۔ اور یہ کہ وہ انھیں حکم دیتا ہے اپنی بقا و گزر کے لئے غلہ فراہم کرنے کی ساری ممکنہ کوشش کریں، بادشاہ نے ان کے نام ایک

اور فرمان بھی جاری کیا، اس میں انھیں حکم تھا کہ چھپائے ہوئے جمع کئے ہوئے اور غلّے کے دیگر ذخیرے نکالیں جو کہ انسانوں کے لئے غذا کا کام دیتے ہوں، آپس میں مساوات ملحوظ رکھیں، ترجیحات کو نظر انداز کریں، امیر اور غریب میں یکسانی پائی جائے، چھوٹے بڑے میں تفریق نہ ہو۔ بادشاہ نے انھیں متنبہ کیا کہ اگر کہیں کوئی شخص فاقہ کشی سے مرے تو اس پورے شہر یا گاؤں کے باشندوں کو سزا دی جائے گی اور بہت سخت سزا دی جائے گی پرویز نے اس قحط کے زمانے میں نظم و نسق اس طرح چلایا کہ کوئی شخص بھوک کی وجہ سے ہلاک نہ ہوتے پایا۔ صرف "اردشیر خرّہ وفیروز" نامی مقام پر ایک واردات ہوئی۔ پھر اس زمانے میں بادشاہ نے خدا سے رجوع کیا اور برسات کے لئے اس سے دعا کی، خدا نے اس کی دعا قبول فرمائی اور ملک حسب سابق سرسبز ہوگیا پانی کو افراط ہوگیا اور درخت ہرے بھرے ہو گئے۔" (تاریخ طبری، طبع یوروپ سلسلۂ اول صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۵۱، کرسٹنسن کی فرانسیسی تاریخ ساسانیاں، ص ۲۸۵ تا ۲۸۶)

یمنی | جہاں تک یمن کے حکمران کا تعلق ہے اس سے مراد غالباً تبّع بن حسان بن تُبّع ہے جس نے مشہور الحارث بن عمرو الکندی (مشہور شاعر امرؤ القیس بن حُجر کے دادا) کو اپنا نائب اور سپہ سالار بنایا تھا۔ اس کے متعلق تاریخ طبری (ص ۸۸۱ تا ۸۸۲) میں لکھا ہے: "اسے جنّات نے (ویران صحرا میں) بھٹکا دیا تھا، مگر وہاں سے وہ صحیح سلامت واپس آگیا وہ علم نجوم کا سب سے بڑا ماہر اور اپنے زمانے کے عالموں میں سب سے زیادہ عقلمند تھا، اور تاریخ گذشتہ اور آئندہ واقعات کو پیشین گوئی کی واقفیت بھی سب سے

زیادہ اسی کو تھی پھر وہ تُبّع بن حسان بن تُبّع بن ملکیکرب بن تبع الاقرن کے نام سے حکمران بنا۔ حمیری (جنوبی عرب والے) ہوں کہ دیگر عرب، سب اس سے تھرّاتے تھے۔ اس نے اپنے بھانجے الحارث بن عمرو بن حُجُر الکندی کو ایک بری فوج کا سپہ سالار بنا کر قبائل مَعَد اور شہر حیرہ اور اس کے آس پاس علاقے کی طرف روانہ کیا، اس زمانے حیرہ کا بادشاہ النعمان بن امرؤ القیس (المعروف بہ ابن الشقیقہ) تھا، حارث وہاں پہنچا اور لڑائی کے بعد نعمان اور اس کے چند رشتہ داروں کو قتل کیا اور اس کی فوج کو شکست دی صرف بادشاہ کا بیٹا جو قبیلہ نمر کی ماء السماء نامی بیوی کے بطن سے پیدا ہوا تھا، اس قتل عام سے جان بچا کر بھاگ گیا المنذر کا خانوادہ حکومت سے محروم ہوگیا اور الحارث بن عمرو اس کے علاقے کا بھی مالک ہوگیا۔" یہ حارث بہت دن تک حکمران رہا۔ اس نے اپنے بیٹوں کو فوج دے کر بھیجا کہ شام میں غسانیوں کی حکومت بھی چھین لے یورپ کے مستشرق اولینڈر نے اپنی انگریزی کتاب:

LINDER, THE KINGS OF KINDA OF THE

AMILY OF AKIL AL-MURAR

یعنی خانوادۂ اکل المرار کے حکمرانانِ کندہ، مطبوعہ لوند ۱۹۲۷ء ص ۷۸) میں اس کے متعلق لکھا ہے: "یہاں جس حمیری حکمران کی طرف اشارہ ہے اس سے مراد ہارتمان صفحہ

ARTMANN, ARABISCHE FRAGE)

کے مطابق شُرَحبیل یکّف بن شرحبیل یعفر ہے جس کا ذکر کے ایک کتبے میں ملتا ہے۔ (اس بارے میں دیکھو گلازر (ص

GLASER ZWEI INSCHRIFTEN)

اس شرحبیل یَعفُر کا ذکر ریکمانس (G RYKMAN

نے بھی مجلّہ موزیون (MUSEON) جلد ۴۱، شمارہ ۳ ۱۹۲۸ء ص ۳۳۲ میں اپنے فرانسیسی مضمون (احمد فخری دریافت کردہ یمنی کتبے) میں کیا ہے، اس گمان کی تائید

اس واقعے سے بھی ہوتی ہے کہ حضرموت میں بمقام رابیہ ہر سال ایک میلہ لگتا تھا جس کے متعلق مورخ لکھتے ہیں۔

"وہاں جانا ہوتا تو قریشی تاجر تو خانوادہ آکل المرار سے خفارہ (بدرقہ) حاصل کرتے اور اس میلے کو جانے والے دوسرے لوگ حضرموت کے قبیلہ آل مسروق بن وائل سے خفارہ حاصل کرتے، یہ دونوں قبیلے خفارہ مفت مہیا کرتے لیکن قریش کی سرپرستی کے باعث قبیلہ آکل المرار سب پر غالب ہو گیا"
(ابن حبیب کی کتاب المحبر، ص ۲۶۷، اور المرزوقی کی الازمنہ والامکنہ، ۱۶۵/۲، ہر دو مطبوعہ حیدرآباد دکن)

حبشی | حبش کے سلسلے میں ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مشہور یکسومی خانوادہ وہاں حکمران تھا، لیکن ان بادشاہوں کے سلسلے میں زیر بحث زمانے کے متعلق کوئی تاریخی معلومات حاصل نہیں اگر بعد کے زمانے کے واقعات کو معیار قرار دیا جائے تو اس میں عربی مورخوں کی بیان کردہ باتوں کو ناممکن قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

مصری | باقی رہتا ہے بادشاہ مصر، جس کا ذکر صرف سہیلی کے ہاں ہے، اگر یہاں کوئی غلطی یا سہو قلم نہیں ہے تو اس سے مراد وہی بوزانی گورنر ہوگا، بعد کے زمانے میں مکے والے تاجر اکثر مصر جایا کرتے نظر آتے ہیں لیکن مصر کے کسی بادشاہ کا، جیسا کہ سہیلی نے ذکر کیا ہے، کوئی پتہ نہیں چلتا۔

مکی تجارت کا نظام | مکی تاجروں نے بین الممالک تعلقات جو وسیع اور حیرت انگیز سلسلہ قائم کیا اس کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہوگی۔ جنگ پرانی صدیوں کی تجارتی روایتیں اور تجربے نہ رہے ہوں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے تجارت کے سلسلے میں جو تعلقات پیدا کئے اور (ایلاف کے ذریعے سے) واجازت نامے حاصل کئے وہ کوئی بے معنی اور مردہ چیز ثابت ہوئے بلکہ ایک زندہ حقیقت تھے، اس کا ثبوت قدیم قومی روایات کے متخصص ابن الکلبی کے ہاں موجود ہے۔ اور "اسواق العرب" کا اس نے جو جیتا جاگتا تذکرہ کیا ہے (دیکھو ابن حبیب کی کتاب المحبر، ص ۲۶۳ تا ۲۶۸۔ المرزوقی کی الازمنہ والامکنہ ۱۶۱/۲ تا ۱۶۸۔ الیعقوبی کی تاریخ، طبع یورپ ۳۱۳/۱ تا ۳۱۵۔ قلقشندی کی نہایۃ الارب، طبع مصر ۱۳۴۶ھ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکے کے تاجر بیزنطینی علاقے میں بھی جاتے تھے، اور ایرانی بستیوں میں بھی جہاں وہ مقامی باشندوں اور تاجروں کے علاوہ ہندوستانی اور چینی تاجروں سے بھی ملتے تھے یہ میلے ایک مستقل ادارہ تھے اور ہر سال معینہ وقت پر شروع ہوتے تھے، ایک مقام کے بعد دوسرے مقام کا میلہ کچھ اس جغرافی ترتیب سے مقرر تھا کہ سارے عرب کی چکر ہو جاتی تھی نیز جنوبی فلسطین اور جنوبی عراق کی بھی۔ ان میلوں کا آغاز (ماہ محرم میں) عرب کے شمال سے شروع ہوتا۔ پھر بعد کے مہینوں میں وہ مشرق میں لگتے، پھر جنوب میں، پھر مغرب میں سال کے اواخر (ذی حجہ) میں۔ مزید برآں خفارے (بدرقے) کا موثر نظام موجود تھا جس کے ذریعے سے کاروان والوں کی جان و مال کی بخوبی حفاظت ہوتی، عرب کے مختلف علاقوں (قبیلوں) میں حفاظت کا اطمینان حاصل کرنے کے لئے ظاہر ہے کہ پیشگی ان قبیلوں سے سفارتی کارکردگی کے ذریعے سے معاہدے کئے جائیں۔ اس پر مستزاد حرام مہینوں (اشہر حرم) کا ایک ادارہ بھی پایا جاتا تھا جس کے باعث ہر سال دو مرتبہ مکہ کا راستہ سارے عرب کے لوگوں کے لئے کھل جاتا اور پرامن ہو جاتا تھا، حج اکبر کے زمانے میں مسلسل تین مہینے تک یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں، اور حج اصغر یا عمرے کے زمانے میں ایک ماہ کے لئے پورے رجب میں لڑائی بھڑائی حرام سمجھی جاتی اور قافلوں تک کو کوئی چھیڑ نہ سکتا، جہاں تک خود اہل مکہ کا تعلق ہے، ان کے لئے "بسل" کا مشہور ادارہ پایا جاتا تھا (جس کا ذکر سیرۃ ابن ہشام ص ۷۶ میں اور فیروزآبادی کی القاموس میں مادہ "ب س ل" کے تحت ملے گا) اور چند مکی قبیلوں کو پورے آٹھ مہینے ـــــ اور چار

خیال میں اشہر حرم کے چار مہینوں کے علاوہ کہ اس سے سارے ہی لوگ متمتع ہوتے، گویا سال تمام — سارے عرب میں امن حاصل رہتا۔ اور وہ جہاں اور جس قبیلے کے علاقے میں چاہتے جا سکتے۔ یہ امتیاز اصل میں تو مکے کے چند خانوادوں کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن اس سے دوسرے لوگ بھی بہ آسانی استفادہ کر سکتے۔ یعنی وہ ان خاندانوں کے کسی فرد کا خفارہ حاصل کر لیں تو وہ ان کے ساتھ ہر جگہ جاتا اور حفاظت مہیا کر سکتا۔ اس خدمت کا اس شخص کو حسب معمول کوئی معاوضہ دیدیا جاتا۔

خلاصہ اس بحث سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے جزیرہ نمائے عرب اسلام سے پہلے تجارتی اغراض کے لئے ایک وفاق میں منسلک ہو کر متحد ہو چکا تھا، اس سے اس سیاسی اتحاد کا راستہ بن گیا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ ہے۔

مذکورہ بالا تاریخی واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے جو وسیع اور بارآور سفارتی سرگرمی دکھائی وہ عرب ہی میں عربوں کے نسلی وجغرافیائی وسیاسی حدود کے باہر تک بھی موثر ہو چکی تھی۔

ان سارے بیانات کو کوئی شخص چاہے تو محض خیالی کہ کر رد کر سکتا ہے، ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ اس مواد کو جو منتشر پایا جاتا تھا یکجا اور اکٹھا کر دیں، محض گمان کے ذریعے سے واقعات تراشنے "خواہش کو "حقیقت" سمجھنے اور "ہوا ہونا چاہیے" کہنے کے مقابلہ میں دستاویزوں اور تاریخی بیانوں کو بہرحال زیادہ وقعت دینی پڑے گی، ہمارے خیال میں یہ ناممکن نہیں کہ ان عربی بیانات میں کہیں کہیں کچھ مبالغہ کیا گیا ہو، لیکن ان کو محض بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا۔

ضمیمہ اوپر کتاب المنمق مؤلفہ ابن حبیب کا ذکر آیا ہے حال میں دائرۃ المعارف نے چھاپ بھی دیا ہے، جن لوگوں کی اس تک دسترس نہ ہو ان کے فائدے کے لئے اس کے دو بابوں کو یہاں مع ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

(۱) حدیث الایلاف

عن ابن الکلبی قال: کان من حدیث الایلاف ان قریشا کانت تجارا، وکانت تجارا تھم لا تعدو مکۃ، انما یتقدم علیھم الاعاجم بالسلع فیشترون منھم ثم یتبایعون بینھم ویبیعون من حولھم من العرب فکانت تجارتھم کذلک حتی رکب ہاشم بن عبد مناف الی الشام فنزل بقیصر واسم ہاشم یومئذ عمرو، فکان یذبح کل یوم شاۃ فیصنع جفنۃ ثرید فیدعو من حولہ فیاکلون وکان ہاشم فیما زعموا احسن الناس عصبا واجملھم فذکر لقیصر وقیل: ھھنا رجل من قریش یھشم الخبز ثم یصب علیہ المرق و یفرغ علیہ اللحم، وانما کانت الاعاجم تصنع المرق فی الصحاف ثم یاتدم بالخبز، فلذلک سمی ہاشم. وبلغ

(۱) ایلاف کا قصہ

ابن الکلبی کی روایت ہے کہ ایلاف کا قصہ یوں ہوا کہ مکے کے باشندے یعنی قریش تاجر لوگ تھے لیکن ان کی تجارتی سرگرمیاں مکے سے آگے نہ بڑھتی تھیں بلکہ اجنبی لوگ سامان لیکر آتے تو یہ ان سے خریدتے، پھر مکے والوں کو بھی بیچتے اور آس پاس رہنے والے عربوں کو بھی ان کی تجارت کا یہی حال رہا تا آنکہ ہاشم شام کے سفر پر روانہ ہوا اور قیصر کے سکونتی علاقے میں ٹھیرا، اس وقت تک ہاشم کا نام عمرو تھا۔ وہ ہر روز ایک بکری کاٹتا اور گوشت اور روٹی سے پکائے جانے والے ثرید کے پیالے دسترخوان پر رکھے جاتے اور دعوت عام ہوتی کہ آس پاس کا ہر شخص آکر کھائے، کہتے ہیں کہ ہاشم گٹھے ہوئے بدن کا اور بہت خوبصورت شخص تھا، اس کی اطلاع قیصر[1] تک پہنچائی گئی کہ یہاں ایک قریشی آیا ہے جو روٹی کو چورا چورا کر کے اس پر شوربا ڈالتا پھر اس میں گوشت ملاتا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ عجمی لوگوں کی عادت یہ تھی وہ شوربا تھالیوں میں رکھتے اور تھوڑی سی روٹی بطور سالن کے چکھتے۔ اور اسی لئے اسے "ہاشم" کا لقب دیا گیا جس کے معنی ہیں

---

[1] قیصر عموماً ولی عہد اور شام کے نائب السلطنت کا لقب ہوا کرتا تھا ممکن ہے یہاں وہی مراد ہو [illegible]

ذلك قیصر فدعا به فلما
رآه وکلمه أعجب به۔
فکان یرسل الیه فیدخل
علیه، فلما رأی مکانه منه
قال له هاشم: "ایها الملك
ان لی قوما وهم تجار العرب
فان رأیت ان تکتب
لهم کتابا تؤمنهم وتؤمن
تجارتهم فیقدموا
علیك بما یستطرف
من ادم الحجاز وثیابه
فیکونوا یبیعونه عندكم
فهو أرخص علیکم" فکتب
له کتابا بأمان من أتی
منهم فاقبل هاشم بذلك
الکتاب فجعل کلما مر
بحی من العرب بطریق
الشام اخذ من اشرافهم
ایلافا فالایلاف ان
یامنوا عندهم فی ارضهم
بغیر حلف علیهم، و
انما هو امان الناس
وعلی ان قریشا تحمل لهم
بضائع فیکفونهم حملانها
ویردون الیهم راس
مالهم وربحهم فاخذ
هاشم الایلاف ممن
بینه وبین الشام حتی
قدم مکة فاتاهم باعظم

چورا چورا کرنے والا۔ قیصر کو اطلاع
ملی تو اسے بلایا۔ جب ملاقات اور
گفتگو کی تو بہت اچھا اثر لیا چنانچہ
وہ اسے اکثر بلایا کرتا اور ملاقات
کرتا۔ جب ہاشم نے اپنا رسوخ دیکھا
تو ایک دن اس سے کہا، "اے
بادشاہ، میری بھی ایک قوم ہے
جو سارے عرب کی تجارت کی مالک
ہے، اگر مناسب معلوم ہو تو انہیں
نوشتہ دے کر جان کی حفاظت کا
بھی یقین دلا اور تجارتی مال کی حفاظت
کا بھی، تاکہ وہ حجاز کے اچھے چمڑے
اور کپڑے لاکر تمہارے ہاں بیچا کریں
اور یہ تمہیں زیادہ سستا پڑے گا"
چنانچہ قیصر نے اسے ایک نوشتہ دیا کہ
جو بھی عرب آئے حفاظت ہو رہیگا
ہاشم یہ نوشتہ لے کر واپس روانہ ہوا
شام کے راستہ میں جس جس عرب قبیلہ
سے گزرتا اس کے سرداروں سے ایلاف
حاصل کرتا، ایلاف کے معنے ہیں ان کی
سرزمین میں کسی حلیفی کے بغیر (رہ گزر کو)
امن حاصل ہو، اور یہ امن سب لوگوں کو
حاصل ہو، اس کے معاوضے میں قریش
ان قبائل کا سامان تجارت خود لیجائیں گے
حمل و نقل کے مصارف نہ مانگیں گے
اور بیچنے کے بعد قیمت اور نفع دونوں
ان کو واپس کر دیں گے، اس طرح
ہاشم نے اپنے اور شام کے درمیان
جتنے قبیلے تھے سب سے ایلاف حاصل کیا

شیٔ اتوا به۔ فخرجوا
بتجارة عظیمة وخرج
هاشم یجوزهم یوفیهم
ایلافهم الذی اخذ لهم
من العرب، فلم یبرح
یوفیهم ذلك ویجمع
بینهم وبین اشراف
العرب حتی ورد بهم
الشام واحلهم قراها
فمات فی ذلك السفر
بغزة من الشام

اور جب وہ مکہ پہنچا تو (خوشخبری لائی)
اس سے بڑی کوئی چیز ممکن نہ تھی
پھر سب لوگ ایک بڑا تجارتی کاروان
لے کر نکلے۔ ہاشم عربوں کے جس جس
قبیلے سے گزرتا ان سے ایلاف کی
شرط کی وعدہ وفائی کرتا رہا اور یہ
وعدہ وفائی سب کے ساتھ ہوئی اور
اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قبائلی سرداروں
کو بھی جمع کرتا رہا اور سب کو ساتھ لیکر
شام پہنچا اور وہاں کے شہروں میں
ٹھیرا لیکن وہ اسی سفر میں شام (فلسطین)
میں بمقام غزہ فوت ہو گیا۔

(حذف المراثی)

(اصل میں یہاں کئی مرثیے ہیں جو حذف
کئے جاتے ہیں)

فلما مات هاشم، خرج
المطلب بن عبد مناف
الی الیمن فاخذ من
ملوکهم عهدا لمن تجر
قبلهم من قریش، ثم
اقبل یاخذ الایلاف
ممن مر به من العرب
حتی اتی مکة علی مثل
ما کان هاشم اخذ
وکان المطلب اکبر
ولد عبد مناف وکان یسمی
الفیض۔ فهلك المطلب
بردمان من الیمن وهو راجع الی الیمن

جب ہاشم کی وفات ہو گئی تو (اس کا
بھائی) مطلب بن عبد مناف یمن گیا
اور وہاں کے حکمرانوں سے عہد لیا
جو قریش ان کے ہاں تجارت کیلئے
آئے اسے امن رہیگا، پھر راستے
میں جتنے عرب قبیلے پڑتے تھے ان
سے بھی ایلاف حاصل کرتا گیا اور ویسے
معاہدوں کے ساتھ مکہ آیا جیسے ہاشم
نے کیا تھا، عبد مناف کے بچوں میں مطلب
سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اسے فیض کے
نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ جس وقت
(مکرر) یمن کو جا رہا تھا تو یمن میں
ردمان فوت ہو گیا۔

وخرج عبد شمس بن عبد مناف
الی ملك الحبشة فاخذ منه

عبد شمس بن عبد مناف حبشہ کے
بادشاہ کے پاس روانہ ہوا اور

کتابا وعهدا لمن تجر	ہاں تجارت کے لئے آنے والے قریشیوں
قبله من قريش ،	کے حق میں ایک نوشتہ اور عہد حاصل
ثم اخذ الايلاف	کیا، پھران (قبائل) سے بھی ایلاف
ممن بينه وبين الحرب	لیا جو راستے میں پڑتے ہیں اور وہ اس
حتى بلغ مكة، وهلك	طرح (کامیاب) مکہ واپس آیا عبد شمس
عبد شمس بمكة فقبر	کی وفات مکے میں ہوئی اور اسے حجون
بالحجون ، وكان	میں دفن کیا گیا۔ عمر میں یہ ہاشم سے
اكبر من هاشم	بھی بڑا تھا۔
وخرج نوفل بن عبد مناف	اور نوفل بھی سفر پر نکلا، یہ عبد مناف
وكان اصغر ولد عبد	کے بیٹوں میں سب سے چھوٹا تھا....
مناف .... فخرج الى	وہ عراق روانہ ہوا اور کسریٰ سے
العراق فاخذ عهدا	قریشی تاجروں کے حق میں عہد حاصل
من كسرى لتجار قريش	کیا۔ پھران سب عرب (قبائل)
ثم اقبل ياخذ الايلاف	سے بھی ایلاف حاصل کرتا گیا جن
ممن يمر به من العرب	کے علاقوں سے گزرنا پڑا۔ اور
حتى قدم مكة ثم رجع	اس طرح مکہ واپس آیا پھر جب وہ
الى العراق فمات بسلمان	(مکرر) عراق روانہ ہوا تو عراقی سرزمین
من ارض العراق -	میں بہ مقام سلمان فوت ہو گیا۔
وكان بنو عبد مناف	عبد مناف کے یہ بیٹے وہ لوگ ہیں
هؤلاء اول من رفع الله	جن کے ہاتھوں ہی سب سے پہلے
به قريشا. لم تر العرب	خدا نے قریش کی قدر و منزلت بلند
مثلهم قط اسمح ولا اعلم ولا	کی، ان لوگوں سے زیادہ فیاض،
اعقل ولا اجمل، انما	عالم، عقلمند اور خوبصورت عربوں
كانوا نجوما من النجوم...	نے کبھی نہ دیکھے تھے، حقیقت میں یہ
كتاب المنمق (ص ۳۰ تا ۴۰)	آسمان کے تارے ہی تارے تھے۔

(۲) حديث الرحلتين	**(۲) دو کاروانی سفروں کا قصہ**
الكلبى قال: كانت قريش	کلبی کا بیان ہے کہ قریش کو (سالانہ)
تعودت رحلتين احداهما	دو کاروانی سفروں کی عادت تھی
فى الشتاء الى اليمن، والاخرى	ایک سردیوں میں یمن کی طرف، دوسرے
فى الصيف الى الشام .	گرمیوں میں شا...
فعكثوا بذلك حتى اشتد	عادت پر قائم...
عليهم الجهد. واخصب	ان پر بار گزر...
تبالة وجرش واهل ساحل	جُرش نیز یمن...
البحر من اليمن، فحمل اهل	باشندوں کی بن...
الساحل فى البحر وحمل	کے لوگ سامان...
اهل البر بالمحصب فامتار	سے، اور اندرو...
اهل مكة ما شاؤا، وكفا	پر سامان لاد کر...
هم الله الرحلتين كانوا	جدہ پر لنگر ڈالے...
يرحلون الى اليمن والشام	کے مضافات میں...
فانزل الله عز وجل:	پہنچاتے۔ اور یو...
"لايلاف قريش، ايلافهم	ما یحتاج سامان...
رحلة الشتاء والصيف"	وہ یمن اور شام...
وقوله: "امنهم من	تھے ان سے ف...
خوف"، يريد خوف	دلائی۔ قرآن میں...
العدو، وخوف	کے لئے وحی فرما...
الجذام فليس	ایلاف کے باعث...
فى الارض قرشى	ہی کے باعث...
جذم. وايلاف	چلتا ہے۔" نیز یہ...
قريش يعنى داب	خوف پر انہیں ا...
قريش رحلة	ہے کہ دشمن اور جذ...
الشتاء والصيف	چنانچہ ساری سرز...
فاصابت قريش	زدہ قریشی نہیں...
سنوات ذهبن	معنے ہیں قریش کی...
بالاموال فخرج	کاروانی سفر کی ع...
هاشم الى	کے لئے مسلسل کئی...
الشام فامر	سے ان کا سارا ن...
بخبز كثير	اس پر ہاشم شام...
	بڑی مقدار میں رو...

فخبزله، فحمله في الغرائر على الابل حتى وافى مكة فهشم ذالك الخبز ونحر تلك الابل

اور جب روٹیاں تیار ہوگئیں تو انہوں نے انھیں تھیلیوں میں بار کرکے اونٹوں پر لادا اور لیکر مکہ آیا یہاں انہوں نے ان روٹیوں کو چورا چورا کیا اور ان لانے والے اونٹوں کو ذبح کرکے پکوان کیا (گوشت اور شوربے)

ثم طبخها والقى تلك القدور على ذلك الخبز فاطعم اهل مكة و اشبعهم وكان ذلك اول الحيا۔ (كتاب المنمق ص ۳۳ تا ۳۴)

یہ دیگیں اس روٹی پر انڈیل گئیں اور یہ اس نے مکے والوں کو کھلایا اور پیٹ بھر کر کھلایا۔ اور یہ وہاں نئی زندگی کا آغاز تھا۔

(ابتدائی فرانسیسی اشاعت ۱۹۵۵ء ضروری تصحیحات کے ساتھ مؤلف ہی نے ترجمہ کیا)

دو نعتیں

(مولانا عبدالعزیز شوقی)

دل ہو تو فدائے رُخِ لیلائے مدینہ
جاں ہو تو رہینِ غمِ آقائے مدینہ

موقوف میری عمرِ دو روزہ ہے اسی پر
ہے روح و رواں میری تمنائے مدینہ

عاشق کی نگاہوں سے کوئی دیکھے تو جانے
جنت سے کہیں بڑھ کے ہے صحرائے مدینہ

میں ہجر میں کب تک یونہی بےچین رہوں گا
سرکارِ دو عالم میرے آقائے مدینہ

ہر لحظہ مدینہ ہی میرے پیشِ نظر ہے
یارب میری آنکھوں میں سما جائے مدینہ

للّٰہ! ضیا پاش نظر مجھ پہ بھی کوئی
اے نورِ خدا انجمن آرائے مدینہ

ہاں سختیٔ محشر کا مجھے خوف نہیں ہے
کافی ہیں میرے واسطے مولائے مدینہ

شوقیؔ نہ دل سے یہ عقیدہ ہے ہمارا
فردوس کا حقدار ہے شیدائے مدینہ

مسجودِ ملائک وہی سر ہوتا ہے شوقیؔ
جس سر میں سما جاتا ہے سودائے مدینہ

اللہ بنا دے مجھے دیوانہ نبیؐ کا
ہو جائے میرا نام ہی مستانہ نبیؐ کا

ہر لمحہ زباں پر ہے میری نامِ محمدؐ
میں ذکر کیا کرتا ہوں روزانہ نبیؐ کا

شاہانِ زمانہ کو رہی جس کی تمنا
اعجاز تھا وہ رُعبِ فقیرانہ نبیؐ کا

طیبہ کہ جہاں چلتے ہیں توحید کے ساغر
میخانہ نبیؐ کا ہے وہ میخانہ نبیؐ کا

کیوں شمعِ رسالت پہ کروں جان نہ قربان
مسلم ہوں مجھے کہتے ہیں پروانہ نبیؐ کا

اے قصۂ اسکندر و دارا کے فدائی
سننا ہے تو سُن شوق سے افسانہ نبیؐ کا

شوقیؔ نہ رہے خُلد کی حسرت میرے دل میں
اللہ دکھا دے مجھے کاشانہ نبیؐ کا